تصانیف و تراجم اختر

تبصرے اور تعارف

۱۔ لمعات اختر (مجموعۂ منظومات): (الناظر بک ایجنسی لکھنؤ، ۱۹۲۸ء)

(الف) رسالۂ جامعہ دہلی بابت مارچ ۱۹۲۸ء، ص ۶۹-۷۰: لمعات اختر: مجموعۂ اشعار قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی، حجم ۶۰ صفحات، --- مصنف سے حسب ذیل پتے پر مل سکتی ہے۔ اختر منزل، قاضی واڑہ، جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ۔ قاضی احمد میاں صاحب ان باکمال لوگوں میں سے ہیں جو نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ یہ مختصر مجموعہ جس میں غزلیں، مختلف قطعات، مسلسل نظمیں اور بعض مشہور انگریزی نظموں کے ترجمے شامل ہیں، نہایت دل چسپ اور قابل مطالعہ ہے، خصوصاً انگریزی نظموں کے ترجمے نہایت خوبی سے کیے گئے ہیں۔

(ب) علی گڑھ میگزین بابت مارچ اپریل ۱۹۲۸ء، ص ۱۰۹-۱۱۰: لمعات اختر: مجموعۂ کلام جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی، مطبوعہ آگرہ اخبار پریس --- جناب اختر صاحب جوناگڑھی زبان اردو کے مشہور و معروف شعراء میں سے ہیں۔ آپ کا کلام بلاغت نظام اکثر مقتدر رسائل میں بالالتزام شائع ہوتا رہتا ہے۔ لمعات اختر ان تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض شیکسپیر، اڈیسن، ملٹن اور بائرن کی انگریزی نظموں سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ باقی زیادہ تر خود جناب اختر کی ندرت طبع کے نتائج ہیں۔ چند غزلیات فارسی بھی ہیں۔ کلام بحیثیت مجموعی بلندی تخیل اور فکر رسا کا آئینہ دار ہے۔ کتاب کے شروع میں مصنف صاحب کی ایک تصویر بھی دی گئی ہے ---

(ج) رسالۂ اردو، اپریل ۱۹۲۸ء --- یہ قاضی صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے اکثر نظمیں مختلف رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ بعض انگریزی نظموں سے ماخوذ ہیں۔ قاضی صاحب کا ذوق سخن اچھا ہے اور ہر قسم کے مضامین کے ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

(د) "لمعات اختر پر ایک نظر" اس عنوان سے ایک مضمون حیدرآباد دکن کے ایک علم دوست نوجوان سید تمکین الکاظمی نے رسالۂ الناظر لکھنو (۱۹۲۸ء) میں لکھا تھا۔

(ہ) ڈیلی میل بمبئی میں بھی لمعات اختر پر ایک تبصرہ شائع ہوا تھا۔

۲۔ طبقات الامم: (دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۲۸ء)

(الف) رسالۂ اردو بابت اکتوبر ۱۹۲۸ء ، ص ۶۸۶ - طبقات الامم (سلسلۂ دار المصنفین نمبر ۳۲) مصنفہ صاعد بن احمد اندلسی مترجمہ قاضی احمد میاں صاحب اختر --- حجم ، ۱۵۰ صفحات --- یہ کتاب سنہ ۴۶۲ ھ میں لکھی گئی تھی - مصنف نے اپنے زمانے کی علمی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھا کر نہایت قابلیت سے اسے ترتیب دیا ہے- اس میں امم قدیمہ کی علمی زندگی اور ان کے علمی کارناموں پر اختصار کے ساتھ تبصرہ کیا ہے - مصنف نے قوموں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے: ۱- وہ قومیں جنھوں نے علوم کی طرف توجہ کی اور مختلف اقسام علوم کے موجد ہوئے (؟) ، ۲- وہ قومیں جنھوں نے علوم کی طرف ایسی توجہ نہیں کی جس سے وہ اہل علم طبقے میں شامل ہونے کی مستحق ہوں- اس لیے ان سے نہ کوئی نتیجۂ فکریہ دنیا کو پہنچا اور نہ فائدۂ حکمیہ ، طبقۂ اول میں وہ اہل ہند ، اہل فارس ، کلدانیوں ، یونانیوں ، عبرانیوں ، رومیوں ، مصریوں اور عربوں کو شمار کرتا ہے- اور طبقۂ دوم میں بقیہ تمام قوموں کو ، جن میں سب سے پہلے وہ چین کا نام لیتا ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل چین کے متعلق دنیا اس زمانے میں موجودہ زمانے سے بھی زیادہ بے خبر تھی- اس ایک مثال سے اس کتاب کی قدر و قیمت کی حد معلوم ہوتی ہے- عربوں کے علوم پر جو تبصرہ ہے وہ آج بھی اسی قدر مفید ہے جتنا سنہ ۴۶۲ ھ میں تھا- لیکن دوسری قوموں کے علوم خصوصاً یونانیوں اور رومیوں کی ذہنی زندگی کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ جدید تحقیقات کے مقابلے میں نفس امر کے لحاظ سے بالکل ناقص ہے ، البتہ تاریخی اہمیت ضرور رکھتا ہے ، مترجم اپنی "گزارش" میں اگر اس طرف اشارہ کر دیتے تو اچھا تھا- ترجمہ بہت خوبی سے کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ عنوانات کی ترتیب ، کتابوں کے مآخذ کا حوالہ بہم پہنچانے اور مفید ذیلی حاشیوں کا اضافہ کرنے میں مترجم نے نہایت محنت اور دقت نظر سے کام لیا ہے اور وہ یقیناً تعریف کے مستحق ہیں-

(ب) رسالۂ ہمایوں لاہور ، بابت اپریل ۱۹۲۹ء ، ص ۳۸۵ - طبقات الامم مصنفہ قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی ، دنیا کی مختلف قوموں اور خصوصاً مسلمانوں کے علوم و فنون کی تاریخ ہے- قاضی صاعد اندلس کے اسلامی عہد کے قابل ترین علماء میں سے گزرے ہیں ، اور یہ کتاب ان کی ایک عظیم الشان علمی یادگار ہے- اس میں قرون وسطیٰ کے علوم و فنون کے حالات درج ہیں ، اور اقوام عالم کے متعلق بہت سی مفید اور کارآمد باتیں اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھی ہیں - اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ قاضی احمد میاں صاحب اختر نے کیا ہے - ترجمہ نہایت اچھا ہے - مترجم نے حواشی لکھ کر کتاب کو اور بھی مفید بنا دیا ہے-

(ج) رسالۂ نگار لکھنؤ ، مدیر نیاز فتحپوری ، نومبر ۱۹۲۸ء - یہ کتاب ترجمہ ہے قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی کی مشہور تصنیف طبقات الامم کا جسے قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے کیا ہے ، اور دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا ہے - ابوالقاسم صاعد پانچویں صدی ہجری

میں اندلس کا مشہور فاضل شخص تھا جو تمام نقلی و عقلی علوم پر کامل عبور رکھتا تھا- طبقات الامم اسی کی مشہور تصنیف ہے جس میں اس نے قرون وسطیٰ کی علمی تاریخ سے بحث کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس مختصر تصنیف میں بہت کچھ قابل قدر معلومات اس نے فراہم کر دیے ہیں- ترجمہ نہایت صاف و شگفتہ ہے اور جناب اختر جوناگڑھی کے ذوق علم کا پورا ثبوت - کتابت طباعت بہت صاف اور روشن ہے - ملنے کا پتا: دارالمصنفین ، اعظم گڑھ -

۳- اسلام کا اثر یورپ پر: (شائع کردہ دائرۂ ادبیہ لکھنؤ ، ۱۹۲۰ء)

(الف) رسالۂ دین و دنیا ، دہلی ، سنہ ۱۹۲۳ء - یہ کتاب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی کی تصنیف ہے جس میں یورپین اہل الرائے مصنفین کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ یورپ تمدن و تہذیب اور ترقی علوم و فنون میں مسلمانوں کا رہین منت ہے - اس بات کے ثابت کرنے میں جس حسن ترتیب اور خوبی بیان کے ساتھ قاضی صاحب کامیاب ہوئے ہیں وہ کتاب کے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے- حجم ۶۶ صفحات-

(ب) رسالۂ معارف اعظم گڑھ بابت جون سنہ ۱۹۲۲ء - معارف میں اس عنوان سے قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کا ایک بسوط مضمون شائع ہوا تھا جس میں خود مورخین یورپ کے بیانات سے اسلام کے ان اثرات کو دکھایا گیا تھا کہ جو یورپ کے تمدن پر پڑے ہیں- دائرۂ ادبیہ نے اس مضمون کو اپنے سلسلے میں داخل کرکے ایک مستقل رسالے میں شایع کر دیا ہے- رسالہ پُرازمعلومات ہے-

Review on

"Influence of Islam on Europe"
By Qazi Ahmad Mian Akhtar,
Published by Halqai Adabiyya, Mahmud Nagar, Lucknow.

The book in comparison with the vastness of the subject is too small. The cirrilization of Europe in the Middle ages, the Islamic Civilization of the same period and the effect of the latter upon the former, are things too vast to be dealt with, in a book of six and sixty pages.

The author's aim in writing this book has been to show

clearly what was the condition of European civilization before the Mohammedans set their foot in Europe, and what ever the benefits Europe derived from their contact.

It is interesting to note that the author has not overlooked historical facts. He in order to make his argument stronger quotes European writers in more than one place.

(Modern Review, Nov. 1922, pp. 596)

۴۔ زرِ گل: (مجموعۂ مقالات، آگرہ اخبار پریس، آگرہ ۱۹۲۸ء)

رسالۂ نگار (لکھنؤ)، نومبر ۱۹۲۸ء یہ قاضی احمد میاں صاحب کے ادبی مضامین کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر آگرے کے مشہور ادبی رسالہ مرحوم "نقاد" میں شائع ہو چکے ہیں۔ قاضی صاحب کا ادبی مذاق بہت ستھرا ہے۔ ان مضامین میں انھوں نے سلیم المذاقی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ یوں تو اس رسالے کا ہر مضمون مطالعے کے لایق ہے مگر "افسانہ قمر"، "عورت سے"، "کہاں ہے ہندوستان"، "دبستان حیات"، "حیات کالیداس" - یہ مضامین خاص توجہ کے لائق ہیں--- ملنے کا پتا: مکتبۂ جامعہ ملیہ دہلی۔

۵۔ سیپارۂ دل۔

معارف (اعظم گڑھ) اپریل ۱۹۳۵ء، ص ۳۱۹ - جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جونا گڑھی علمی و ادبی حلقوں میں روشناس ہیں۔ ان کے ایک علمی رسالے کا ذکر اوپر گذرا۔ یہ "سیپارۂ دل" ان کی چند منتخب غزلوں کا مجموعہ ہے۔ غزلوں کا معیار بلند، مذاق پاکیزہ، طرز ادا آسان، الفاظ سہل و سادہ، -----اور نامانوس لفظوں، مغلق ترکیبوں، اور دور از کار استعاروں اور تشبیہوں سے کلام صاف ہے۔ موصوف غزل کو غزل ہی کی زمین تک رکھتے ہیں۔ غزل میں الہیات، تصوف، اور فلسفے کے مسائل کی آمیزش نہیں کرتے۔"

۶- "STUDIES : ISLAMIC AND ORIENTAL" : (اشرف پریس لاہور، ۱۹۴۵ء)

کتاب اسٹڈیز اسلامک اینڈ اورینٹل پر تبصرے اور رائیں - (الف) تبصرۂ انگریزی،

اسلامک کلچر بابت اکتوبر ۱۹۴۶ء (ب) تبصرۂ انگریزی ، اسلامک کلچر بابت جنوری ۱۹۴۷ء (ج) تبصرۂ اردو ، مصنف بابت جنوری ۱۹۴۷ء (د) رائے ، مہر محمد خاں شہاب ، مکتوب مورخہ ۱۹۴۶ء (ہ) رائے ، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ، پونا ، مورخہ ۱۹۴۶ء (و) ڈاکٹر محمد اقبال قصوری ، لاہور ، مورخہ ۱۹۴۶ء (ز) رائے ، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ، لاہور ، مورخہ ۱۹۴۶ء (ح) تبصرۂ اردو ہماری زبان دہلی ۱۹۴۶ء -

۷- سرسید کا علمی کارنامہ : (آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ، ۱۹۶۵ء)

قومی زبان (کراچی) بابت مارچ اپریل ۱۹۶۵ء ، ماخوذ از مضمون ، بعنوان "چند نئی کتابیں" تحریر کردہ ممتاز حسن ، صدر ترقی اردو بورڈ کراچی - "قاضی احمد میاں اختر کی خدا مغفرت کرے ، اگرچہ جونا گڑھ کے سب سے بڑے رئیسوں میں سے تھے ، مگر انھوں نے اپنی ساری زندگی اور ریاست علم کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی- آزادی کی تحریک کے علم بردار اور جونا گڑھ مسلم لیگ کے سربراہ تھے - ۱۹۴۷ء میں جب ان کا قیام جونا گڑھ میں ناممکن ہو گیا تو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان اور اپنے کتب خانے کا ایک حصہ بچا کر ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے پاکستان پہنچے-یہاں نہ ریاست تھی ، نہ زمین داری -یہاں تو ان کے لیے عسرت تھی اور افلاس ، البتہ علم کی وہ لگن جو وہ ازل سے اپنے ساتھ لائے تھے ، مرتے دم تک ساتھ رہی- پاکستان میں انھیں جو بھی حالات پیش آئے ان کے لب پر صبر و شکر اور دل میں طلب علم کے سوا کچھ نہ تھا - وہ صاحب علم بھی تھے اور طالب علم بھی - پاکستان میں بھی کچھ کیا تو وہی علم کی خدمت - افسوس ہے کہ اس بلند مرتبت انسان اور جلیل القدر عالم کے علمی اور ادبی کارنامے کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے- پاکستان کے قیام کے زمانے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ، اس میں "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" کے علاوہ اب تک ان کی کوئی اور مستقل تصنیف سامنے نہیں آئی تھی - اب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے ان کا ایک مقالہ "سرسید کا علمی کارنامہ" کے نام سے شائع کیا ہے- جو ہمارے سامنے ہے یہ ۸۰ صفحوں کا ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو اپنے اختصار کے باوجود جامعیت کا حامل ہے- اس میں سید احمد خاں کی ان علمی مساعی اور تصانیف کا ذکر ہے جنھوں نے سید کو زندگی کے مختلف مراحل میں مصروف رکھا - کتاب کے آخر میں ضمیمے ہیں- ایک میں ان کی ساری تصنیفات کی تاریخ وار فہرست ہے، اور دوسرے میں سائنٹفک سوسائٹی کے کیے ہوئے ترجموں کی فہرست اس مقالے کو دیکھنے کے بعد صرف اصل کتابیں دیکھنی باقی رہ جاتی ہیں اور چونکہ سید کی ہر تصنیف کا پس منظر ، علمی مواد کی فراہمی کی مشکلات اور سید کے خیالات کا لوگوں

میں ردعمل بھی قاضی صاحب نے بیان فرمایا ہے ۔ اس لیے ان کے مقالے کو دیکھنے کے بعد مذکورہ تصنیفات کے مطالعے کا شوق پیدا ہونا لازم ہے۔ قاضی صاحب نے سید احمد خاں کے علمی انہماک کی جس انداز سے داد دی ہے وہ خود انھی کے پائے کا عالم دے سکتا تھا۔ انھوں نے ہر تصنیف پر ایک مختصر سا تبصرہ بھی کیا ہے - اور ایک غیر جانبدار مورخ اور نقاد کی حیثیت سے انھوں نے جہاں کوئی کمی محسوس کی ہے ، اسے بھی منظر عام پر لائے ہیں ، مثلاً ان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگر سید احمد خاں اپنے بعض خیالات پر غیر ضروری اور بعض اوقات غیر علمی سختی سے قائم رہنے کی کوشش نہ کرتے تو عام لوگوں میں ان کی مخالفت اتنی نہ ہوتی جتنی کہ ہوئی ، خصوصاً مذہبی مباحث کے سلسلے میں - اور عمر کے آخری دور میں انھیں اپنی رائے پر اعتماد تو تھا ، مگر اصرار نہیں۔ یہ صورت بعد میں پیدا ہوئی۔ ایک زمانے میں انھوں نے دیکھا کہ ان کا خیال غلط تھا تو انھوں نے علی الاعلان اس سے رجوع کر لیا۔ کاش وہ اپنے کچھ اور خیالات کی بھی اس طرح اصلاح کر لیتے ، مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کی علمی کم مائیگی سے زیادہ متاثر ہوئے اور اپنے علمی رتبے کی بلندی سے کم - یہ کمزوری انھی کی نہیں تھی ، بڑے سے بڑے علماء میں بھی پائی گئی ہے البتہ سید احمد خاں کا مرتبہ اتنا بلند ہے اور ان کا تعلیمی ، اصلاحی اور خالص علمی کارنامہ اتنا شاندار ہے کہ جی چاہتا ہے کہ یہ کمزوری ان میں نہ ہوتی۔

قاضی احمد میاں مرحوم کا یہ مختصر مگر جامع مقالہ سید احمد خاں کی زندگی اور علمی کارنامے کے مطالعے کے لیے ایک مشعل ہدایت ہے اور طلبہ کے لیے ناگزیر - آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے اسے شایع کرکے ایک قابل قدر کام کیا ہے - البتہ اس کی طباعت میں جا بجا متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں جن کو اگلی اشاعت میں دور کرنا لازم ہے ، مثال کے طور پر رسالے کے صفحہ ۲۴ پر سید احمد خاں کا ایک اردو کا شعر درج ہے:

ہزار حیف کہ عمر اپنی مفت صرف ہوئی
نہ کچھ خدا کی عبادت ہوئی نہ کچھ بتوں کی چاہ

اس کا دوسرا مصرعہ بدیہی طور پر غلط چھپا ہے - غالباً یوں ہوتا تو ٹھیک تھا:

ہزار حیف کہ عمر اپنی مفت صرف ہوئی
ہوئی خدا کی عبادت نہ کچھ بتوں کی چاہ

مجھے امید ہے کہ سید احمد خاں کے علمی کارنامے پر اس مفید رسالے کی اشاعت کے بعد خود قاضی احمد میاں کے علمی کارنامے کی طرف بھی توجہ کی جائے گی۔ ہم مسلمان ایک زمانے میں علم اور علمی تحقیق کے میدان میں ساری دنیا سے آگے تھے۔ مگر اب ہم میں احمد میاں اور سید احمد

خاں جیسے لوگ کثرت سے پیدا نہیں ہوتے۔

۸۔ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ: (اقبال اکیڈمی، کراچی، ۱۹۵۵ء)

رسالہ اردو کراچی بابت جولائی ۱۹۵۵ء " ... اقبالیات کے سلسلے میں یہ پہلا جائزہ ہے جس میں نہایت عرق ریزی اور سلیقے سے وہ تمام مواد فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اقبال کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے ناگزیر ہے۔ اس لیے یہ مقالہ محققین اقبال کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقالے میں اقبال کی تمام مطبوعہ تصانیف ان کی شرحیں، اور غیر ملکی زبانوں میں تراجم اور تنقیدی مواد کو بڑی محنت سے جمع کیا ہے، یہاں تک کہ اقبال کی مجوزہ تصانیف کا بھی سراغ لگایا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ فاضل مصنف نے تمام کتابوں پر اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔

۹۔ مقالات اختر: (ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۷۲ء)

اس پر جناب ممتاز حسن نے مقدمہ لکھا تھا، جسے حصۂ مقالات میں درج کیا جا رہا ہے۔ کتاب کی اہمیت اس کے مقالات کے عنوانات سے بخوبی ظاہر ہے، اس لیے ذیل میں مشمولہ مقالات کی فہرست پیش کی جاتی ہے:

۱۔ فردوسی کا رزمیہ کلام ۲۔ ابوالعلا معری اور عمرخیام ۳۔ سندھ کا فارسی ادب ۴۔ امیر خسرو اور تصوف ۵۔ شبلی کی فارسی شاعری ۶۔ حیات نظامی گنجوی ۷۔ تاریخ وفات نظامی گنجوی ۸۔ نظامی گنجوی کی قبر ۹۔ دیوان نظامی کے قلمی نسخے ۱۰۔ سحابی نجفی ۱۱۔ دیوان میر رضی ۱۲۔ نامہ نامی ۱۳۔ مراۃ الخیال ۱۴۔ مثنوی آشوب ہندوستان ۱۵۔ فتوح السلاطین از عصامی ۱۶۔ تاریخ ابن خلکان کے فارسی ترجمے۔

۱۰۔ مضامینِ اختر جوناگڑھی: (انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، ۱۹۸۹ء)

اس کتاب پر ایک تفصیلی تبصرہ رسالہ تحقیق کے شمارہ چہارم میں پیش کیا جا چکا ہے جسے شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کے استاد سید عتیق احمد جیلانی نے لکھا تھا، وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں صرف فہرست مضامین درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے، تاکہ کتاب کے متنوع موضوعات سامنے آسکیں۔

(الف) گجراتیات:

۱۔ ولی گجراتی ۲۔ ولی گجراتی (تصحیح و استدراک) ۳۔ ولی گجراتی (استدراک) ۴۔ ولی کا سن وفات ۵۔ دیوان ولی کا قدیم ترین مخطوطہ ۶۔ کلیات ولی (طبع دوم پر ایک نظر) ۷۔ تذکرۂ ولی ۸۔ گجرات کے چند قدیم شعرائے اردو ۹۔ اشرف گجراتی۔

(ب) غالبیات:

۱۰- نثر اردو کا مجدد، غالب ۱۱- غالب کا ایک شعر ۱۲- مرزا غالب اور امیر مینائی۔

(ج) شبلیات:

۱۳- اردو ادب کے معمار، شبلی نعمانی ۱۴- علامہ شبلی کا سفر نامہ ۱۵- علامہ شبلی بحیثیت شاعر۔

(د) متفرقات:

۱۶- اسلامی ادبیات کا ناشر اعظم، منشی نول کشور ۱۷- اردو زبان، صحیح تلفظ اور صحیح ترجمہ ۱۸- انگریزی ادبیات اور ہندوستان ۱۹- اردو کا صحافتی ادب۔

۱۱- حیات نظامی گنجوی: (الناظر پریس لکھنؤ)

اس کتاب پر "ڈیلی میل" مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۸ء کا تبصرہ ملتا ہے جس کا اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

"مؤلف نے ایک عظیم اہل قلم کی سوانح عمری قلم بند کرنے میں محنت کی ہے۔ انھوں نے اپنے موضوع پر متعدد کتابوں کو کھنگالا ہے اور فٹ نوٹوں میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ کتاب مستند حیثیت رکھتی ہے افسوس کہ طباعت اور گیٹ اپ بہت معمولی ہے۔"

۱۲- اسلامی کتب خانے عہد عباسیہ میں: ڈاکٹر اولگا پنٹو کی کتاب کا اردو ترجمہ، شائع کردہ الناظر پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء۔

۱۳- تذکرۂ اہل دہلی:

مصنفہ سرسید احمد خاں، مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی، شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت اول ۱۹۵۵ء، اشاعت ثانی ۱۹۶۵ء۔ یہ سرسید احمد خاں کی کتاب آثارالصنادید کا باب چہارم ہے جسے تصحیح و تحشیہ کے ساتھ قاضی صاحب نے مرتب کیا۔ اس کی اشاعت اول کی روداد مرتب نے "گزارش" کے تحت بیان کی تھی، اسے بطور تعارف ذیل میں اقتباس کیا جاتا ہے۔

"۱۹۵۱ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان کے سہ ماہی رسالۂ اردو میں اس کے چند

صفحات چھپے تھے - بعد کو ۱۹۵۱ میں انجمن کا دوسرا سہ ماہی رسالہ تاریخ و سیاسیات جاری ہوا تو اس میں یہ تذکرہ بالاقساط چھپتا رہا- چار سال کے بعد بھی اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور آخر جب قحط خریداری کی بنا پر انجمن کو رسالۂ تاریخ کی اشاعت موقوف کرنی پڑی تو لازماً اس (تذکرے) کی اشاعت بھی ملتوی ہو گئی اور انجمن کے پریس میں اس کے بقیہ اوراق چھپوا کر تکمیل کر دی گئی اور اب یہ تذکرہ کتابی صورت میں شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے-" (اختر جوناگڑھی)